جناب ابرار خٹک
اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج نوشہرہ

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ☆

ان کا جنازہ دیکھ کر بے ساختہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا جملہ یاد آیا تھا ''ہم حق پر ہیں، اس کا فیصلہ ہم نہیں، ہمارے جنازے کریں گے''۔

غالبؔ نے بوجوہ کہا تھا:

ہوئے مر کے ہم جو رسوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا

شیخ کی موت، جنازہ اور قبر دیکھ کر ہر دل میں خواہش اٹھی کہ موت ہو تو ایسی، جنازہ ہو تو ایسا اور قبر ہو تو ایسی......شوقِ دیدار، آرزوئے محبوب، بارگاہِ خداوندی میں باریابی کی طلب......

خلق ټول به مبارك شه راته وائی
چه اشنا میں خیژوی په دار د زلفو

معنی خیز جملہ

رمضان کا مہینہ تھا، مسجدِ اعظم گڑھ حال مسجدِ فاطمہؓ میں شیخ مولانا شیر علی شاہ صاحب قرآن کی تفسیر کر رہے تھے۔ بدھ کا دن تھا، ہفتہ وار بازار لگا ہوا تھا، ہم میلے کا شور سن رہے تھے۔ قاضی صاحب درس کے دوران توقف کر کے فرمانے لگے: ''شیخ صاحب تفسیر کر رہے ہیں اور لوگ قرآن سے لاتعلق معاملاتِ دنیاوی میں مگن اپنے اپنے خوابوں کی تعبیر ڈھونڈ رہے ہیں''، کتنا معنی خیز جملہ تھا، اس کی تہہ تک اس وقت پہنچے جب لاابالی ہی نہیں قاضی بھی اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

لفظ میرے، مرے ہونے کی گواہی دیں گے:

شیخ سے پہلی ملاقات استاذی سراج الاسلام سراجؔ کی ''دانش گاہ'' پر ہوئی تھی۔ سراج الاسلام سراجؔ

☆ (میری خواہش ہوگی کہ اس خاکے میں حضرت مولانا شیخ شیر علی شاہ صاحبؒ کیلئے محض شیخ کا نام استعمال کروں، دیگر علمائے باصفا کے لیے بھی یہی انداز پسند کروں گا تاکہ تحریر میں حرمت و عقیدت کے ساتھ ساتھ بے تکلفی کا پہلو بھی غالب نظر آئے)

کی ''دانش گاہ'' علم وحکمت کے موتیوں سے سجی ہوتی ،لیکن رستے پر گزرنے والوں کو پتا ہی نہ تھا کہ یہاں جوہری کی دکان ہےاور وہ خاتم طائی بن کر لعل وجواہر تقسیم کرتے رہتے ہیں ،مگر خریدار......؟

درایں دیار کہ گوہر خریدن آئین نیست
دکان کشودہ ام وقیمت گوہر گوئم

شیخ ان کی بیمار پرسی کے لیے آئے تھے،وہ رخصت ہورہے تھے اور میں داخل ؛کاش اس بزمِ علم ودانش میں سامع وناظر کی سعادت مجھے بھی ملتی ۔مبتدی سیراب ہی نہ ہوسکا۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

استاذی سراج الاسلام سراج کی کتاب په شاه د مرسلانو می اربونه سلامونه پرشیخ کا تبصرہ ''خاصے کی چیز'' ہےاس میں تبصرے سے کہیں زیادہ خود ان کے دل کی آواز کا رنگ جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔وہ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قافلے سے تعلق رکھتے تھے جنھوں نے ہر اس زمین کو چومنا چاہا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک تاریخی روایات میں نقش نظر آئے۔

پائے بوسی کی تمنا میں ترے نقشِ قدم
کہیں مل جائیں تو آنکھوں سے لگانا ہے مجھے

عشق ومحبت ،علم وعمل کے لحاظ سے شیخ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضاؤں میں پروان چڑھے تھے کیونکہ وہ مدینہ یونیورسٹی کے منتہی تھے۔ان فضاؤں سے انھیں عشق تھا جہاں حضرت بایزید بسطامیؒ اور جنید بغدادیؒ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے تھے۔

لکھتے ہیں: کله به می بے اختیاره د وجد په حالت کی (بعضی) بیتونه په زوره او په ترنم شروع کړل نو د کو رټول واړه به راجمع شول ، او د هغوی وجدانی کیفیاتواو مد و جزر او انفعالی کیفیاتو دا سر گندوله چه د پیغمبر صلی الله علیه وسلم د منور او معتبر حیاتِ طیبه واقعات د موزوں کلام په ذریعه د زړونو مړاوی احساسات راتازه کوی"

قطرے میں دجلہ

دارالعلومِ حقانیہ کے جلسہ ہائے دستار بندی میں کئی بار ان کو دیکھنے اور سننے کا موقع ملا۔اس جلسے میں نور وبرکت ،جلال وجمال،وضع داری ویگانگت ،تمناؤں ،رقت وفخر وانبساط کی ولولہ انگیز کیفیات ہوتی ہیں۔علومِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار چہروں ، جسموں پر عیاں نظر آتے ہیں،جس کے سامنے بڑے بڑے کانوکیشنز

(Convocations) اپنی وقعت کھو بیٹھتے ہیں مگر اس کے لیے اس آنکھ کی ضرورت ہوتی ہے جو" قطرے میں دجلہ کا نظارہ" کر سکے۔

دستار بندی کا جاذب منظر

یوں تو اس جلسے کا ہر رنگ بے مثال ہوتا ہے مگر جب طالبان کی پگڑیوں پر علمائے باصفا، شفقت و برکت بھرے ہاتھ رکھ کر دعاؤں کے ساتھ ان کو رخصت کرتے ہیں تو اس بصیرت افروز منظر کی تاب صرف دل کی آنکھ ہی لاسکتی ہے کہ ظاہر کی آنکھ میں یہ عمق و وسعت کہاں؟....جو رنگ پگڑی اور بابرکت ہاتھ میں ہے وہ گولڈ یا گولڈن میڈل کو گلے میں ڈالنے اور کاغذ کا ٹکڑا لینے/ دینے یا تھما دینے میں کہاں؟

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم کہ مسجد فاطمہؓ کی تعمیر ہو رہی تھی تو شیخ خود اس میں مزدوروں کی طرح جت کر کام کرتے رہے کہ مسجدِ قبا ونبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں تازہ ہوں۔

درس کی تیاری

درس وتدریس کے لیے تیاری کا یہ عالم کہ ایک دفعہ میرے استاذ محترم ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان نے شیخ کی خدمت میں ایک دعوت نامہ پیش کرنے کے لیے ان کی خدمت میں بھیجا۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو فرزندِ شیخ نکل آئے۔ آنے کا مقصد اور ملاقات کی مدعا ظاہر کی تو جواب ملا" اس وقت ملاقات ممکن نہیں کہ وہ درس کی تیاری کر رہے ہیں ۱۱ بجے حقانیہ میں ملاقات کے لیے آئیں"۔ سبق کی تیاری Lesson planning کی ایسی خوبصورت مثال کہیں نہیں دیکھی۔ اسلاف کی روایت کو زندہ کرنے کی سعیات کیں تو آج ان صفحوں تک جا پہنچے جن کی ہم جیسے تمنا ہی کر سکتے ہیں۔ مجھے بے ساختہ ایک عرب کا تبصرہ یاد آیا جو کسی صاحب نے سنایا تھا۔ ایک محفل میں عجم کے علماء کے معیارِ علم پر بات ہوئی تو کسی نے شیخ کا نام لیا، عرب بے ساختہ پکار اٹھا ھوَ منّا لیسَ منکم وہ ہم میں سے، آپ میں سے نہیں"

سراپا عاجزی وتواضع

بستر علالت پر بھی صبر واستقامت کی عجب مثال پیش کرتے رہے کہ وہ ہر لحاظ سے مطمئن رہے۔ طالبان مدارس ان کے گرد ایسے جمع ہوتے گویا شہد کی مکھیاں چھتے کے گرد جمع ہو رہی ہوں۔ قدر و منزلت، شوق وآرزوئے دیدار و ملاقات، محبت ومئودت کا یہ عالم کہ عظیم محدثین کی یادیں تازہ ہوجاتیں۔ شیخ دعا فرماتے تو مخصوص کیفت طاری

© rasailojaraid.com

ہوجاتی ،عاجزی ،مسکینی ، رنگِ راز و نیاز ،ادائے دلبرانہ، مقامِ ناز؛ رقّت ومناجات کی ملی جلی کیفیات میں جذبات ڈھل جاتے ،ہر لفظ ہر دل کی آواز بن جاتا اور ہر سسکی عرش کو گھیر لیتی۔دعا مانگنا تو کوئی ان سے سیکھتا؛ سراپا عاجزی، زہد واتقا کی مسکینی، ہر احساس کو مجسم، ہر کیفیت کو مظہر بنا کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کر دیتے!!

حمیت وغیرت کا جلالی اظہار

کبھی کبھی ان کے لہجے میں عجب رعب و دبدبہ ظاہر ہوتا ،جس سے کڑکتی بجلیوں کی چھاتی بھی دہل جاتی، آواز میں بیابانی ہوا کی تندی تھی جو سماعت کے رستے سے دل کی رگوں کو چیر دیتی ،گفتار میں فصاحت و بلاغت کی گھلاوٹ، جذبات کو گرفت میں لے لیتی۔ان کی شخصیت بندۂ صحرائی و کہستانی کا حسین امتزاج تھی۔رنگ ونور کا مرقع، گھنے آبرو،چمکتی آنکھیں، ابھرے بازو،سڈول اعضا،کھلا، دمکتا چہرہ، کشادہ پیشانی،''وہ حسن جسے دیکھ کر ہر آنکھ ہو عاشق'' درویشوں کا انداز،صوفیا جیسا بانکپن اور مجاہدوں جیسی گھن گرج

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

اہلیانِ باصفا ،درویشانِ خدامست ایک ایک کر کے اٹھ رہے ہیں اور ہم گنہگار اور روسیاہ پر زمین تنگی محسوس کررہی ہے۔وہ بصیرت کی جس آنکھ سے عالمی طاقتوں کی مکاریوں ،منافقتوں،ظلم و جبر کی داستان کو حاضرین اور بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ، اس کا الگ رنگ ہوتا،اقبال کے اس شعر کی باریکیوں کو وہ جتنا جانتے تھے،بہت کم ہیں جواس کی گہرائیوں میں اتر سکیں؟

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملّا کو ان کے کوہ ودمن سے نکال دو

شاہ ولی اللہ کے علمی اور سید احمد شہید کے جہادی روایت کے امین

ان کا مطالعہ وسیع اور مشاہدہ عمیق تھا۔درس وتدریس ہو کہ مجالس علم و دانش،انوار و برکات کے متلاشی رہتے ،اور وہی فضا وسماں باندھ بھی لیتے، سراپا معاملات تھے کہ عبادات کے تناظر میں معاملات کی تشکیل خود کرتے رہے۔معاشرتی مسائل کے حل کیلئے بسر وچشم اپنے دروازے وا کرتے ،معاملات کو درست کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا تھا کہ اس سرزمین پر شاہ ولیؒ اللہ اور سید احمدؒ شہید بریلوی کی روایت کے امین رہے۔روحانی علاج، ذکر واذکار،تصوف و راہِ سلوک کے متلاشیوں کے بھی راہبر ٹھہرے تھے کہ خرقہ پوشی اور یدِ بیضائی کی باریکیوں کے شناور رہے تھے۔ان کے ہاں جمال کا پہلو خاص انفرادیت کا حامل تھا مگر تھے وہ سراپا جلال......جانِ محفل ہوتے،شفیق مرنج و

مرنجاں، جہاں آپ ہوتے وہاں ہر شخص سامع و ناظر ہی رہ جاتا کہ متکلم فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ ہوتے اور کسی اور کے ہاں اس کا ہلکا سا شائبہ یا رنگ اگر ہوتا بھی تو شیخ کے سامنے خود ماند پڑ جاتا۔

حقانیہ کے علم خیز اور روحانیت انگیز فضائیں

حقانیہ کی گود چراغ ہائے مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ بھری رہی، خرقہ پوشوں اور علومِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقانِ باصفا، مدرسینِ بے مثل و بے ریا کو ان علوم کی درس و تدریس اور یہاں کے در و دیوار سے عجب عشق رہا ہے۔ روحانی ربط و اشتیاق کا حیرت انگیز عالم یہاں دیکھا جاسکتا ہے جس میں وارفتگی کی عجب کیفیات ہوتی ہیں، جس کو صرف محسوس ہی کیا جاسکتا ہے کہ الفاظ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور قلم کو ترجمانی کا یارا نہیں۔ افسوس کہ یہ درویشانِ خدامست ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں، قد آور درخت، گھنے سائے اور کڑی دھوپ۔ درخت جڑوں سے اکھڑ رہے ہیں، سایے رخصت ہو رہے ہیں اور ہر طرف کڑی دھوپ کا راج؛ معاشرہ گھنے سایوں سے محروم ہوتا جارہا ہے۔

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس کے مارے
کوئی آبلہ پا وادیِ پرخار میں آوے

دل دردمند ہے

بلا شبہ عالم کی موت سے عالم کی موت واقع ہوئی، ہر آنکھ اشک بار، ہر دل صد پارہ، قاری عبداللہ صاحب کی رقت انگیز لفظوں میں وہ درد محسوس کر لیا تھا جو پہلے فانیؔ اور اب شیخ کی رحلت پر دل کی عمق سے اٹھا تھا، یارانِ باصفا ہی نہیں درویشانِ خدامست بھی رخصت ہو گئے؟

''شیخ کی رخصتی ایسی نہیں جسے بھلایا جاسکے، ان کی کمی ہی نہیں ضرورت بھی ہمیشہ محسوس کی جائے گی کیونکہ وہ رنگِ سکون و اطمینان تھے، ان کے اٹھنے سے عشقِ بلاخیز کے قافلے کا ایک اور سخت جاں رہبر چلا گیا، اب ان کو وادیوں اور منزلوں کے دور ہی میں یاد رکھا جائے گا کہ وہ خود تاریخ بن گئے ہیں، تاہم ان شاء اللہ منزل سامنے آئے گی تو وہ خود بخود ابھر کر سامنے آئیں گے''۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما